تربیت اولاد قرآن کی نظر میں

تحریر: سید محمد علی شاہ الحسینی

مقدمہ:

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔اس کی مختلف اکائیاں ہیں۔ جن میں سے ہر اکائی انسانی زندگی کے ایک شعبہ کے لئے اصول و ضوابط تشکیل دیتی ہے۔خداوند عالم نے انسان کو ایک معین وقت تک زندہ رہنے کے لیے خلق فرمایا لیکن انسانی وجود کا مقصد صرف زندہ رہنا نہیں، بلکہ ایک خاص مقصد اور ہدف کے لئے زندہ رہنا ہے تاکہ تکامل کے مختلف مراحل کو طے کرنے کے بعد ہدف اصلی یعنی معرفت پروردگار حاصل ہو اور عملی میدان میں اس معرفت کی شعائیں منعکس ہوں ان اکائیوں اور عناصر میں سے ایک اہم ترین اکائی و عنصر انسانی تربیت کا عنصر ہے۔

اس عظیم ہدف اور مقصد کا حصول کسی رہنما اور مربی کے بغیر ممکن نہیں۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی تخلیق کے مورد میں مربی (تربیت کرنے والا) کی تخلیق کو متربی (جس کی تربیت کی جاتی ہے) کی تخلیق پر مقدم کیا ہے۔ماہرین نفسیات اور دانشوروں کا کہنا ہے کہ بچے کی پیدائش کے بعد یا بعض کے نزدیک پیدائش کے تین سال بعد سے اس کی تربیت کا آغاز ہو جاتا ہے۔ اسلام اس مورد میں نہایت ہی دقت سے کام لیتا ہے اور کہتا ہے کہ انتخاب ہمسر سے ہی بچے کی تربیت کے مراحل شروع ہو جاتے ہیں۔

بنابریں جو بھی شریک حیات کے صحیح انتخاب میں کامیاب ہو جائے تو معاشرہ، انسانیت اور خود والدین کی خاطر ایک مفید بچہ کی پیدائش کا سبب بنے گا۔اس حقیقت کی تصدیق قانون توارث بھی کرتا ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے: بچہ ماں باپ اور ان کے خاندان سے چالیس سے پچاس فیصد اثرات لے کے آتا ہے۔لہٰذا جس قدر لڑکے کے لئے شریک حیات کے انتخاب میں مذکورہ باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اتنا ہی لڑکی کے لئے شوہر کے انتخاب میں بھی اس مرحلے میں جذبات سے بالاتر ہو کر مستقبل کی فکر کرتے ہوئے یہاں نہایت ہی دقت سے کام لینا ضروری ہے ہے۔ بنابرایں بچے کا ماں، باپ جس قدر خاندانی، جسمانی اور معنوی اعتبار سے باشرف ہوں گے بچہ بھی ان کے ہم سنخ ہوگا۔

البتہ ایک نکتہ کی طرف توجہ دینا نہایت ضروری ہے کہ صرف شریک حیات کے انتخاب پر ہی کام تمام نہیں ہوتا بلکہ اسلام نے نطفۂ پدر کے رحم مادر میں ٹھہرنے کے وقت سے لے کر بچہ کے جوان ہونے تک کے مراحل کو تفصیل سے بیان کیا ہے؛ جن میں بچپنہ میں اس کی صحیح دیکھ بال، لڑکپن میں اس کی تعلیم و تربیت اور غلط سوسائٹی سے اسے بچائے رکھنا اور صحیح استاد کا انتخاب کرنا اور نوجوانی میں انکی فکری اور روحانی تربیت کے مراحل شامل ہیں۔

تربیت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

تربیت لغوی اعتبار سے :

تربیت؛" رَبَبَ یارَبَوَ" سے مشتق ہے۔ یہاں دونوں کی وضاحت کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ربب: الرّبّ: هو اللّه عزّ و جلّ، هو رَبّ كلِّ شي ءٍ أي مالكُه، و له الرُّبوبيَّة على جميع الخَلْق، لا شريك له، و ربٌّ كلِّ شي ءٍ: مالِكُه و مُسْتَحِقُّه و قيل: صاحبه. و يقال: فلانٌ رَبّ هذا الشي ءِ أي مِلْكُه له. و كُلُّ مَنْ مَلَكَ شيئاً، فهو رَبّ۔

یعنی رَبَبَ کا مصدر "الرب" ہے جو خدا کی باعزت اور باجلالت ذات ہے۔اور وہ ذات تمام چیزوں کا رب ؛یعنی مالک ہے جسے تمام مخلوقات پر ربوبیت ومالکیت حاصل ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں۔ ہر چیز کا رب وہ ہوتا ہے جو اس چیز کا مالک ہو اور حق تصرف رکھتا ہو۔جب کسی چیز کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ فلان اس چیز کا رب ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز اس کی ملکیت ہے۔ پس جو بھی کسی چیز کا مالک ہو ،وہ اسی چیز کا رب کہلاتا ہے۔

ربو: ربا الجرح و الأرض و المال و كل شيء يربو ربوا، إذا زاد یعنی ؛زخم بھر گیا۔اس کے علاوہ زمین ،مال اور ہر چیز کے اضافہ کو بیان کرنے کے لئے اس لفظ سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ لغت میں "ربو" بڑھنے اور پروان چڑھنے کے معنی میں آیا ہے۔اس اعتبار سے تربیت جو باب تفعیل سے ہے۔تو یہ بھی اضافہ کرنا ،پروان چڑھانا ،نمو دینا ،پرورش کرنا اور کسی چیز کے رشد کے لئے جو لوازمات ہیں ان سب کو فراہم کرنے کے معنی میں ہے۔ لغت عرب اور قرآنی و حدیثی اصطلاح میں بھی تربیت اسی معنی میں آئی ہے۔ معجم مقائیس اللغہ میں اس طرح بیان ہوئی ہے: الراء والباء والحرف المعتل وكذالک المهموز منه ،يدل على اصل واحدو)هو الزيادة والنماء والعلو یعنی ؛ربو، ربی اور ربا، اضافہ اور پروان چڑھانے کے معنی میں ہیں۔ مجمع البحرین اور مفردات قرآن میں بھی یہی معنی بیان کیا گیا ہے.قرآن مجید میں بھی رب معمولا مالک کے معنی میں آیا ہے : لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيّ يَدَكَ لِتَقْتُلَني ما أَنَا بِباسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخافُ اللَّهَ رَبّ الْعالَمينَ (مائدہ:۲۸(:اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ تیری طرف بڑھانے والا نہیں ہوں، میں تو عالمین کے پروردگار اللہ سے ڈرتا ہوں۔ فَلْيَعْبُدُوا رَبّ هذَا الْبَيْتِ (قریش/۳(: لہٰذا انہیں چاہیے کہ اس گھر کے مالک کی عبادت کریں۔

تربیت اصطلاحی اعتبار سے :

تعلیم وتربیت کے ماہرین اور دانشوروں نے تربیت کی مختلف تعریفیں کی ہیں البتہ ان میں سے بعض جامع ومانع نہیں ہے۔ اگرچہ ایسی تعریف کرنا جو ہر جہت سے جامع ومانع ہو، مشکل ہے لیکن اس کے باوجود اس کی سب سے مناسب تعریف یوں ہو سکتی ہے:

رشد وپرورش کے تمام اسباب ولوازمات کو فراہم کرنا اور کمال وسعادت مطلوب تک پہنچانے کے لئے انسان کے تمام استعدادات اور صلاحیتوں کو بروئے کا لانا۔

اس تعریف کی درج ذیل خصوصیات ہیں :

۱: . تربیت پذیری: اس تعریف میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ انسان کے اندر ایسی صلاحیت، طاقت اور استعداد پایا جاتا ہے جسے تربیت کے ذریعے فعلیت دی جا سکتی ہے۔

۲: . مخصوص تربیت: اس حقیقت کے بارے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ سبزے اور حیوانات بھی پروان چڑھتے ہیں۔ لیکن یہاں تربیت سے مراد مخصوص انسانی تربیت ہے، جو لفظ انسان اور کمال مطلوب کے ذکر کرنے سے سمجھ میں آتا ہے۔

۳ . ہمہ جہت تربیت: انسان ایک شگفت انگیز وجود کا نام ہے جو وسیع اور مختلف پہلوؤں کے حامل ہیں۔ اور وہ مختلف میدانوں میں مختلف صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ پس اس انسان کی تربیت بھی اس کے مختلف صلاحیتوں کو مد نظر رکھ کر ہونی چاہیے۔ رشد و پرورش کے الفاظ سے یہی معنی سمجھے جاتے ہیں۔ جو تربیت کے ہر پہلو کو شامل کرتا ہے۔

۴ . پروگرامینگ) برنامہ ریزی (: تربیت ایک ہمہ جہت ذمہ داری کا نام ہے، جو ہمیشہ استمرار چاہتا ہے جسے خاندان، سکول اور اجتماعی معاشرہ کو فراہم کرنے کے ذریعے انجام دیا جا سکتا ہے۔

۵ . ہدفِ تربیت: اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ تربیت کا یہ سسٹم ایک مخصوص ہدف اور مقصد کے تحت انجام پاتا ہے۔ اس تعریف میں سعادت و کمال کے کلمات سے تربیت کے اہداف کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

۶ . متربی کے رجحانات: تربیت اس وقت ثمر بخش ثابت ہو گی جب یہ متربی کی چاہت، رجحان اور کوشش کے ساتھ انجام پائے۔ مربی کو چاہیے کہ وہ بچے کی اندرونی صلاحیتوں کو ابھارنے کے ذریعے اس کی تربیت کے لئے زمینہ فراہم کرئے اور تربیت جیسی اس اہم ذمہ داری کو ذوق و شوق کے ساتھ انجام دے اس تعریف میں "ابھارنے" کے لفظ سے یہی معنی ذہن میں آتا ہے۔

۷ . خود سازی: تربیت کے اہم ترین پہلوؤں میں سے ایک اہم پہلو، معنوی تربیت اور باطنی خود سازی ہے۔ سالک (راہ خدا) اپنے کو ریاضت، عبادت اور کوششوں کے ذریعے اپنے نفس کی اصلاح کر دیتا ہے۔ ہماری یہ تعریف اس حقیقت کو بھی پہنچاتی ہے۔

تربیت کے اقسام

قرآن مجید نے انسان کے ذمہ تین طرح کی تربیت کو قرار دیا ہے:

الف: انفرادی تربیت:

رب قدوس سورہ مائدہ میں ارشاد فرماتا ہے:- يَأَيهُّا الَّذِينَ ءَامَنُواْ عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (مائدہ: ۱۰۵) (اے ایمان والو ! اپنی فکر کرو، اگر تم خود راہ راست پر ہو تو جو گمراہ ہے وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑے گا، تم سب کو پلٹ کر اللہ کی طرف جانا ہے پھر وہ تمہیں آگاہ کرے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔

ب: گھر والوں کی تربیت) اپنے اہل و عیال کی تربیت:)

سورہ طٰہٰ میں ارشاد رب العزت ہے:- وَ أْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَوٰةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْلُكَ رِزْقًا نحْنُ نَرْزُقُكَ وَ الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَى (التحریم: ۱۳۲(اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور خود بھی اس پر ثابت قدم رہیں،

ہم آپ سے کوئی رزق نہیں مانگتے بلکہ آپ کو رزق ہم دیتے ہیں اور انجام اہل تقویٰ ہی کے لیے ہے۔ سورہ تحریم میں بھی اسی حوالے سے یوں تاکید کی گئی ہے: يَٰأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُواْ قُوٓاْ أَنفُسَكُمْ وَ أَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَ الحْجَارَةُ عَلَيهْا مَلَئكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ(تحریم:(٦اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، اس پر تند خو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم انہیں ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔

اس آیت کے شأن نزول میں تفسیر ''الاصفیٰ فی تفسیر القرآن '' میں ایک روایت نقل ہوئی ہے: جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں میں سے ایک شخص روتا ہوا بیٹھ گیا اور وہ کہہ رہا تھا کہ جب میں اپنی اصلاح سے عاجز ہوں تو گھر والوں کی اصلاح کیسے کروں؟ تو رسول ﷺ نے فرمایا: تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تم اپنے نفس کے لئے جو حکم کیا کرتے ہو وہی اپنے گھر والوں کو بھی کیا کرو! اور انھیں ان چیزوں سے منع کرو جن سے تم اپنے آپکو بچائے رکھتے ہو!۔ ٦

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے درج ذیل نکات ذکر کئے ہیں:

۱ :" (يَا ايُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا'' یہاں اہل ایمان سے مخاطب ہے کیونکہ جو مؤمن نہیں خواہ وہ عام کافر ہو یا مشرک، یہودی ہو یا نصاریٰ، مجوسی ہو یا اہل گمراہی وبدعت گذار یا ضروریات دین کا منکر ہو؛ اسے حضرت نوح کی عمر بھی مل جائے اور عبادت کرتا رہے تب بھی وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلتا ہی رہے گا۔ ۷

۲ قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَاراً" ـ علامہ طباطبائی فرماتے ہیں: یہاں "قُوا" جمع امر حاضر ہے اور اس کا مصدر "وِقَايَہ" ہے۔ جس کے معنی ہر اس چیز سے حفاظت کرنے کے ہیں جس سے صدمہ پہنچنے کا خطرہ ہو اور اس کے لئے مضر ہو۔ "وَقُود" کے معنی ہر اس چیز کے ہیں جس میں آگ لیتے ہیں خواہ وہ آگ جس چیز سے بھی تشکیل پائی ہو اور "نار" سے مراد؛ جہنم ہے اور یہاں اس کا ایندھن خود انسان قرار پایا ہے۔ کیونکہ درواقع اس آگ کو خود انسان نے اپنے ہاتھوں خود بنایا ہے۔

۳۔ جو بھی تمہارے اہل میں سے ہوں؛ خواہ وہ تمہاری اولاد ہو یا پوتے اور نواسے، سببی رشتہ دار (یعنی شادی وغیرہ کے ذریعے) ہوں یا نسبی (ماں، باپ کی طرف سے جو رشتہ دار ہیں) اگر یہ افراد تمہاری تحت کفالت اور ماتحت ہوں تو ان کو اور اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ!

۴ " قُوْااَنْفُسَكُم" واجبات کو انجام دینے اور محرمات کو ترک کرنے کے ذریعے اپنی محافظت کرو! " وَاَهْلِيْكُمْ نَاراً" اور جن چیزوں سے اپنی حفاظت کرتے ہو ان سے گھر والوں کی بھی حفاظت کیا کرو! ۱۰

۵ (یہاں " قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ " سے مراد یہ ہے کہ اپنے آپ کو گناہوں اور شہوات و ہوای نفس کا تابع قرار نہ دو اور اپنے گھر والوں کو بھی ؛ تعلیم و تربیت، امر بہ معروف و نہی از منکر کے ذریعے اور پاکیزہ معاشرہ اور فضا فراہم کرکے انھیں بھی رزائل اخلاق اور برے کاموں سے روکے رکھو۔ دوسرے الفاظ میں بیوی اور بچوں کا حق صرف رہائش اور غذا فراہم کرنے پر ختم نہیں ہوتا بلکہ سب سے اہم کام ان کی تربیت اور اسلامی اصولوں کے تحت ان کی دیکھ بال اور تعلیمات اسلامی سے آگاہ کرتے رہنا ہے جس کے ذریعے ان کی صحیح نشو و نما ہو۔ یہ ذمہ داریاں اس شخص کے ذمہ اس وقت سے عائد ہوتی ہیں جب سے شادی کا ارادہ کرتا ہے ۔ پھر جو نہی بچہ دنیا میں آجائے تو آخر تک نہایت دقت کے ساتھ اس سلسلہ کو آگے بڑھانا چاہیے۔

۶ ("قُوْا" کی تعبیر سے یہ نکتہ بھی نکلتا ہے کہ اپنی اولاد اور بیویوں کو کسی قسم کی نصیحت کا نہ کرنا اور ان کو اپنی حالت پر چھوڑ ے رکھنا عنقریب ان کو جہنم کی آگ کی طرف دھکیل دیتا ہے۔ خواہ آپ چاہیں یا نہ چاہیں۔ لہٰذا آپ کی ذمہ داری ہے کہ ان کو جہنم کی آگ سے بچائیں اور محفوظ رکھیں۔

ج: تربیت اجتماعی: سورہ ابراہیم میں ارشاد رب العزت ہے: وَ أَنذِرِ النَّاسَ یَوْمَ یَأْتِیهِمُ الْعَذَابُ فَیَقُولُ الَّذِینَ ظَلَمُواْ رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلیَ أَجَلٍ قَرِیبٍ نجُّبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ أَ وَ لَمْ تَكُونُواْ أَقْسَمْتُم مِّن قَبْلُ مَا لَكُم مِّن زَوَالٍ (ابراہیم/۴۴)

ترجمہ: اور لوگوں کو اس دن کے بارے میں تنبیہ کیجیے جس دن ان پر عذاب آئے گا تو ظالم لوگ کہیں گے: ہمارے رب ہمیں تھوڑی مدت کے لیے ڈھیل دے دے۔ اب ہم تیری دعوت پر لبیک کہیں گے۔ اور رسولوں کی اتباع کریں گے، (انہیں جواب ملے گا) کیا اس سے پہلے تم قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ تمہارے لیے کسی قسم کا زوال و فنا نہیں ہے؟

سورہ توبہ میں اس ذمہ داری کی طرف یوں اشارہ کیا ہے: وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِیَنفِرُواْ كَافَّةً فَلَوْ لَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُواْ فیِ الدِّینِ وَ لِیُنذِرُواْ قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُواْ إِلَیْهِمْ لَعَلَّهُمْ یحَذَرُونَ(توبہ / ۱۲۲(اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب مومنین نکل کھڑے ہوں، پھر کیوں نہ ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے تاکہ وہ دین کی سمجھ پیدا کریں اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آئیں تو انہیں تنبیہ کریں تاکہ وہ (ہلاکت خیز باتوں سے) بچے رہیں۔

تربیت کے مراحل:

پیغمبر اکرم ﷺ کی ایک حدیث میں ان مراحل کی تفسیر بیان ہوئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: اَلْوَلَدُ سَیِّد سَبْعَ سِنِیْنَ وَعَبْد سَبْعَ سِنِیْنَ وَوَزِیْر سَبْعَ سِنِیْنَ فَاِنْ رَضِیْتَ خَلَائِقَه لِاحْدَیْ وَعِشْرِیْنَ سَنَةً وَاِلَّا ضُرِبَ عَلی جَنْبَیْهِ فَقَدْ اَعْذَرْتَ الی الله۔ ۲

ترجمہ: بچہ سات سال تک بادشاہ (کی مانند) ہے اور (اس کے بعد) سات سال تک غلام (کی مانند) ہے اور اس کے بعد کے سات سال وزیر (کی مانند) ہے۔ اگر تم اپنے بچہ کے اخلاق و اطوار کو اکیس سال تک ٹھیک کرسکے تو کتنا ہی بہتر، ورنہ تم نے خدا کے حضور کوتاہی سے کام لیا ہے (جس کے لئے تمہارے پاس کوئی عذر نہیں)

پس اس روایت سے معلوم ہوا کہ بچہ کو ابتدائی سات سالوں میں آزاد رکھنا چاہیے تاکہ اسکی ذہنی صلاحیتیں ابھر سکیں۔ پھر سات سال سے چودہ سال تک کے درمیانی عرصہ کو اسے غلاموں کی طرح زیر نظر رکھنا بالخصوص اس عمر میں غلط سوسائٹی سے

بچائے رکھنا چاہیے کیونکہ عقلی اعتبار سے ابھی وہ ممیّز (یعنی اچھے اور برے میں تمیز کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے) نہیں جس کے نتیجہ میں وہ غلط سمت پر گامزن ہونے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ پھر چودہ سے اکیس سال تک وزیر کی طرح رکھنا چاہیے اور گھریلو معاملات میں ان سے مشورہ لینا چاہیے تاکہ آہستہ آہستہ وہ خود بھی اپنے اندر احساس ذمہ داری پیدا کرئے۔

پس اس روایت سے معلوم ہوا کہ بچہ کو ابتدائی سات سالوں میں آزاد رکھنا چاہیے تاکہ اسکی ذہنی صلاحیتیں ابھر سکیں۔ پھر سات سال سے چودہ سال تک کے درمیانی عرصہ کو اسے غلاموں کی طرح زیر نظر رکھنا باالخصوص اس عمر میں غلط سوسائٹی سے بچائے رکھنا چاہیے کیونکہ عقلی اعتبار سے ابھی وہ ممیّز (یعنی اچھے اور برے میں تمیز کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے) نہیں جس کے نتیجہ میں وہ غلط سمت پر گامزن ہونے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ پھر چودہ سے اکیس سال تک وزیر کی طرح رکھنا چاہیے اور گھریلو معاملات میں ان سے مشورہ لینا چاہیے تاکہ آہستہ آہستہ وہ خود بھی اپنے اندر احساس ذمہ داری پیدا کرئے۔

بچپن، میں ماں باپ کی ذمہ داریاں:

قرآن کہتاہے کہ: وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَوَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَه رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِا الْمَعْرُوْفِ۔۔۔(بقرہ / ۲۳۳(اور مائیں اپنے بچوں کو مکمل دوسال دودھ پلائیں (یہ حکم) ان لوگوں کے لئے ہے جو پوری مدت دودھ پلوانا چاہتے ہیں اور بچے والے (باپ) کے ذمے دودھ پلانے والی ماؤں کا روٹی کپڑا معمول کے مطابق ہوگا۔

اس آیت کی ذیل میں علامہ طباطبائی نے درج ذیل نکات ذکر کئے ہیں:

پہلا نکتہ: یہاں ''وَالِدَاتُ'' کی تعبیر استعمال ہوئی ہے نہ کہ ''اُمَّھَاتُ'' کی۔ کیونکہ ''اُم'' والدہ سے اعم ہے (یعنی ماں اور غیر ماں دونوں کو شامل ہے) اسی طرح ''اب'' بھی والد سے اعم ہے (یعنی باپ اور چچا دونوں کو شامل ہے(

دوسرا نکتہ :ان کی غذا اور لباس عرف کے مطابق بچے والے (یعنی باپ) پر ادا کرنا واجب ہے۔

تیسرا نکتہ :اسی آیت کی تفسیر میں ترجمہ مفردات قرآن میں امام صادق علیہ السلام سے ایک روایت نقل ہے جس میں آپ نے فرمایا: لَاْ تُضَاْرَ بِا الصَّبِىّ وَلَا بِاُمِّه فِىْ رِضَاْعِه وَلَيْسَ لَهَاْ اَنْ تَأخُذَ فِىْ رِضا عِه فَوْ قَ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ۔: بچہ کو دودھ پلانے سے نہ ماں کو ضرر پہنچتاہے اور نہ ہی بچہ کو البتہ ماؤں کو چاہیے کہ اپنے بچے کو دوسال سے زیادہ دودھ نہ پلائیں۔

اس روایت سے ایک شبہ کا ازالہ ہو جاتا ہے کہ (کیا بچہ کو دودھ پلانے سے ماں کی خوبصورتی اور اس کی صحت متاثر ہوتی ہے ؟تو) امام فرماتے ہیں کہ: نہ اس سے ماں کو کوئی ضرر پہنچتاہے اور نہ ہی بچہ متاثر ہوتا ہے۔ماہرین کے تجربات بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں کہ بچے کے لئے سب سے مفید غذا اسکی ماں کا دودھ ہے۔اسی ضمن مین تفسیر صافی نے کتاب "کافی" اور " من لایحضرہ الفقیہ" سے ایک اور روایت نقل کی ہے جس کا متن یہ ہے: مَامِنْ لَبَنٍ رَضَعَ بِهِ الصَّبِىّ اَعْظَمُ بَرَكَةً عَلَيْهِ مِنْ لَبَنِ اُمِّه وَقَدْ يَجِبُ عَلَيِّهِنَّ كَمَا لَمْ يَرْتَضِعْ اِلَّا مِنْ اُمِّهَا اَوْلَا يَعِيْشُ اِلَّا بِلَبَنِهَاا وْلَا يَجِدْ غَيْرَهَا بچے کے لئے ان کی ماں کے دودھ سے زیادہ مؤثر غذا کوئی اور نہیں بلکہ کہا گیا ہے کہ تین موارد میں دودھ پلانا ان پر واجب ہوتا ہے:

۱ .جب بچہ اپنی ماں کے دودھ کے علاوہ کسی اور کا دودھ نہ پئے۔

۲ .جب تک ماں اپنا دودھ نہ پلائے، بچہ زندہ نہ رہتا ہو۔

۳ .ماں کے علاوہ دودھ پلانے کے لئے کوئی اور تیار نہ ہو۔

دنیوی امور ہوں یا اخروی، شخصی امور ہوں یا اجتماعی ان تمام امور میں سے بعض کو اصل کی حیثیت حاصل ہے اور بعض کو فرع کی۔ بعض "اہم" کی حیثیت رکھتے ہیں اور بعض "مہم" کی۔ تو ان امور کو بجالانے کے مرحلے میں جب پہلے اور بعد میں بجا لانے کے حوالے سے تردد ہو تو انسانی عقل بھی یہی دستور دیتی ہے کہ اصل کو فرع سے اور اہم کو مہم سے پہلے بجالانا چاہیے۔ پس بچے کو دینی نقطہ نگاہ سے تربیت دیتے وقت بھی اس اصل کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ کیونکہ دینی امور میں سے بھی بعض اصول سے تعلق رکھتے ہیں اور دوسرے بعض کا تعلق فروع سے ہے تو اصول دین کی تعلیم کو فروع دین پر مقدم رکھنا چاہیے۔ قرآن کہتا ہے کہ تم سب سے پہلے توحید پر اعتقاد کو درست کرلو! کیونکہ دوسرے تمام اعتقادات کی بنیاد اسی اصل پر استوار ہے۔ سورہ توحید میں ارشاد ہوتا ہے: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) توحید/۱ (کہو کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ (ہے) ایک ہے۔

سورہ بقرہ میں ارشاد ہے: وَ إِلَاهُكمُ إِلَاهٌ وَاحِدٌ لَّا إِلَاهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَانُ الرَّحِيم۔ بقرہ/۱۶۳) اور (لوگو) تمہارا معبود خدائے واحد ہے اس بڑے مہربان (اور) رحم کرنے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ذات قادر مطلق ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: ما نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ) بقرہ/۱۰۶) : ہم جس آیت کو منسوخ کردیتے یا اسے فراموش کرادیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی اور آیت بھیج دیتے ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ خدا ہر بات پر قادر ہے۔ وہ ذات فاعل مختار ہے۔ ارشاد رب قدوس ہے: إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ ءَامَنُواْ وَ عَمِلُواْ الصَّلِحَاتِ جَنَّاتٍ تجَْرِى من تحَْتهَِا الْأَنْهَارُ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيد) حج/۱۴) : جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے خدا ان کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں چل رہیں ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے بعد بچے کو یہ بھی باور کرادے کہ وہ ذات عادل بھی ہے اور وہ اپنے کسی بھی بندہ پر ظلم نہیں کرتا۔ ارشاد خداوندی ہے: إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَ إِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَ يُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ

أَجْرًا عَظِيمًا (نساء/۴۰ (: خدا کسی کی ذرا بھی حق تلفی نہیں کرتا اور اگر نیکی (کی) ہوگی تو اس کو دوچند کردے گا اور اپنے ہاں سے اجر عظیم بخشے گا۔

وہ ذات عالم ہے اور کائنات کے ہر ذرہ سے کامل آگہی رکھتی ہے۔ قرآن کہتا ہے: قُلِ اللَّهُمَّ فاطِرَ السَّماواتِ وَ الْأَرْضِ عالِمَ الْغَيْبِ وَ الشَّهادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبادِكَ في‏ ما كانُوا فيهِ يَخْتَلِفُون) زمر/۴۶)

ترجمہ: کہدیجئے: اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے خالق، پوشیدہ اور ظاہری باتوں کے جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔

اس کے بعد دوسرے مرحلے میں خدا کے نمائندوں یعنی؛ انبیاء کرام پر بچے کے اعتقاد کو مضبوط کریں۔ قرآن دستور دیتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلىَ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُواْ عَلَيهْم ءَايَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ وَ إِن كاَنُواْ مِن قَبْلُ لَفِى ضَلَالٍ مُّبِين)آلعمران/۱٦۴)

ترجمہ: خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجے۔ جو ان کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

پھر خدا کے ولیوں کی معرفت سے بچے کے دل کو سرشار کریں۔قرآن کہتا ہے: يَأَيهُّا الَّذِينَ ءَامَنُواْ أَطِيعُواْ اللَّهَ وَ أَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَ أُوْلِى الْأَمْرِ مِنكمُ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فىِ شىَءٍ فَرُدُّوهُ إِلىَ اللَّهِ وَ الرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَ الْيَوْمِ الاَخِرِ ذَالِكَ خَيرْ وَ أَحْسَنُ تَأْوِيل)نساء/۵۹) : مومنو! خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل بھی اچھا ہے۔

اس کے بعد اسے یہ بھی باور کرادیں کہ ہم اس دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آئے بلکہ صرف ایک محدود مدت کے لئے آئے ہیں۔ ہماری اصلی اور ابدی زندگی آخرت کی زندگی ہے جس میں ہم نے اپنے دنیوی اعمال کی سزا اور جزا کو بھگتنا ہے۔ اگر اس دنیا کی مختصر سی زندگی میں اچھے اعمال بجالائے ہوں تو قیامت کے روز اس کا اجر پائے گا لیکن اگر اسے برے کاموں میں صرف کی ہو تو اس کی سزا پائے گا۔رب قدوس قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: وَ أَنَّ السَّاعَةَ ءَاتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَ أَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَن فىِ الْقُبُور)حج/۷) اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک نہیں اور یہ کہ اللہ ان سب کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔

يَوْمَئذٍ يَصْدُرُ النَّا سُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْاْ أَعْمَلَهُمْ۔فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيرًْا يَرَهُ - وَ مَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَه { زلزال/۸،۷،٦ } : اس دن لوگ گروہ گروہ ہو کر نکل آئیں گے تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں۔ پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا۔ ☆اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا

جب ان اصول خمسہ پر اس کا ایمان مستقر ہو جائے تو فروعات کی طرف اس کی راہنمائی کریں۔فروعات میں نماز باقی سب پر مقدم ہے۔قرآن کہتا ہے: وَ أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِىْ)طٰہ/۱۴) : اور میری یاد کے لیے نماز قائم کریں۔ پھر روزہ کی تعلیم دیں۔قرآن کہتا ہے : يَأَيهُّا الَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلىَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (بقرہ/۱۸۳(: اے ایمان والو! تم پر روزے کا حکم لکھ دیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر لکھ دیا گیا تھا تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

پھر خمس کی تعلیم دیں۔قرآن دستور دیتا ہے: وَ اعْلَمُواْ أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شىَ ءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَ لِلرَّسُولِ وَ لِذِى الْقُرْبىَ وَ الْيَتَامَى وَ الْمَسَاكِينِ وَ ابْنِ السَّبِيلِ إِن كُنتُمْ ءَامَنتُم بِاللَّهِ وَ مَا أَنزَلْنَا عَلىَ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ وَ اللَّهُ عَلىَ كُلّ شىَءٍ قَدِيرٌ(انفال/۴۱) : اور جان لو کہ جو غنیمت تم نے حاصل کی ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ، اس کے رسول اور قریب ترین رشتے داروں اور یتیموں اور مساکین اور مسافروں کے لیے ہے، اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان لائے ہو جو ہم نے فیصلے کے روز جس دن دونوں لشکر آمنے سامنے ہو گئے تھے اپنے بندے پر نازل کی تھی اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

پھر زکوۃ سے اسے آگاہ کریں۔قرآن کہتا ہے: وَ أَقِيمُواْ الصَّلَوٰةَ وَ ءَاتُواْ الزَّكَوٰةَ وَ ارْكَعُواْ مَعَ الرَّاكِعِينَ(بقرہ/۴۳(:اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور -(اللہ کے سامنے-) جھکنے والوں کے ساتھ جھکا کرو۔ پھر حج وجہاد کی تعلیم دیں۔قرآن کہتا ہے: فِيهِ ءَايَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَ مَن دَخَلَهُ كَانَ ءَامِنًاوَ لِلَّهِ عَلىَ النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًاوَ مَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنىِ عَنِ الْعَالَمِينَ(آلعمران/۹۷) :اس میں واضح نشانیاں ہیں (مثلًا) مقام ابراہیم اور جو اس میں داخل ہوا وہ امان والا ہو گیا اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ جو اس گھر تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس گھر کا حج کرے اور جو کوئی اس سے انکار کرتا ہے تو (اس کا اپنا نقصان ہے) اللہ تو اہل عالم سے بے نیاز ہے۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَ عَسىَ أَن تَكْرَهُواْ شَيًْا وَ هُوَ خَيرٌْ لَّكُمْ وَ عَسىَ أَن تُحِبُّوا شَيًْا وَ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَ اللَّهُ يَعْلَمُ وَ أَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ(بقرہ/۲۱۶(: تمہیں جنگ کا حکم دیا گیا ہے جب کہ وہ تمہیں ناگوار ہے اور ممکن ہے کہ ایک چیز تمہیں ناگوار گزرے مگر وہی تمہارے لیے بہتر ہو، جیسا کہ ممکن ہے ایک چیز تمہیں پسند ہو مگر وہ تمہارے لیے بری ہو، (ان باتوں کو) خدا بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

پھر امر بہ معروف اور نہی از منکر سے آگاہ کریں۔قرآن کہتا ہے:

وَ لْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلىَ الْخَيرِْ وَ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَ أُوْلَئكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آلعمران/۱۰۴: اور تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو نیکی کی دعوت اور بھلائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکے اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔ پھر سب سے آخر میں تولی و تبریٰ کی تعلیم دیں۔یعنی محمد وآل محمد: سے اظہار محبت اور ان کی تابعداری اور ان کی دشمنوں سے اظہار برائت کرنا سکھائیں تاکہ مرتے دم تک وہ ان تعلیمات پر عمل کرتا رہے اور دنیا وآخرت دونوں میں کامیابی سے ہمکنار ہو۔قرآن اس مورد میں کہتا ہے: وَ مِنَ النَّاسِ مَن يجُادِلُ فىِ اللَّهِ بِغَيرِْ عِلْمٍ وَ يَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَنٍ مَّرِيد۔كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَن تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ وَ يهَدِيهِ إِلىَ عَذَابِ السَّعِيرِ(حج/۳-۴) ترجمہ: اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو لاعلمی کے باوجود اللہ کے بارے میں کج بحثیاں کرتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔☆

۴۔جب کہ اس شیطان کے بارے میں یہ لکھا گیا ہے کہ جو اسے دوست بنائے گا اسے وہ گمراہ کرے گا اور جہنم کے عذاب کی طرف اس کی رہنمائی کرے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے: محمّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَ الَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلىَ الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَئهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَ رِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فىِ وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَالِكَ مَثَلُهُمْ فىِ التَّوْرَئةِ وَ مَثَلُهُمْ فىِ الْانجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْهُ فَازَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلىَ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ ءَامَنُواْ وَ عَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ مِنهْم مَّغْفِرَةً وَ أَجْرًا عَظِيمَا (فتح/۲۹) ترجمہ: محمد () اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت گیر اور آپس میں مہربان ہیں، آپ انہیں رکوع، سجود میں دیکھتے ہیں، وہ اللہ کی طرف سے فضل اور خوشنودی کے طلبگار ہیں سجدوں کے اثرات سے ان کے چہروں پر نشان پڑے ہوئے ہیں، ان کے یہی اوصاف توریت میں بھی ہیں اور انجیل میں بھی ان کے یہی اوصاف ہیں، جیسے ایک کھیتی جس نے (زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹی ہو گئی پھر اپنے تنے پر سیدھی

کھڑی ہو گئی اور کسانوں کو خوش کرنے لگی تا کہ اس طرح کفار کا جی جلائے، ان میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالح بجا لائے ان سے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

ان اصول وفروع کی تعلیم کے ساتھ ساتھ بچے کے اخلاق واطوار کی طرف بھی خصوصی توجہ دینا ضروری ہے کیونکہ انسانی زندگی میں اخلاق کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔اچھے اخلاق ہی کے ذریعے بچہ ماں، باپ اور معاشرے کے لئے سرخروئی کا باعث بن سکتا ہےاور برے اخلاق کے ذریعے والدین اور معاشرہ دونوں کے لئے ننگ وعار کا سبب بھی قرار پا سکتا ہے لہٰذا ہماری ذمہ داری ہے کہ بچے کو ابتداء ہی سے رزائل اخلاق سے دور رکھے اور فضائل اخلاقی سے اسے آراستہ مزین کریں۔خدا ہم سب کو اپنی اولاد کی اسلامی وقرآنی دستورات کے مطابق تربیت دینے اوراسلام اور مسلمانوں کے لئے قابل فخر افراد کے مربی ہونے کی توفیق عطا فرما! آمین ثم آمین

فہرست منابع :

۱۔ الاصفی فی تفسیر القرآن، ملا محسن، مرکز انتشارات تبلیغات اسلامی حوزہ علمیہ قم، تاریخ نشر ۱۳۷۴.
۲۔ اطیب البیان فی تفسیر القرآن، طیب عبد الحسین، انتشارات اسلامی تہران، تاریخ نشر ۱۴۷۸.
۳۔ الاعجاز التربوی فی القرآن الکریم، مصطفیٰ رجب، جدار الکتاب العالمی عمان اردن، پہلا ایڈیشن، تاریخ نشر ۲۰۰۶ء .
۴۔ الامثل فی تفسیر القرآن، ناصر مکارم شیرازی، ناشر: مدرسہ امام علی ابن ابی طالب، تاریخ نشر: ۱۴۲۱ھ .
۵۔ ترجمہ تفسیر المیزان، سید محمد باقر موسوی ہمدانی، ناشر دفتر انتشارات اسلامی حوزہ علمیہ قم، تاریخ نشر: ۱۳۷۴.
۶۔ تفسیر جوامع الجامع، فضل بن حسن طبرسی، ناشر: انتشارات دانشگاہ تہران ومدیریت حوزہ علمیہ قم،، تاریخ نشر ۱۳۷۷.
۷۔ تفسیر صافی، ملا محسن فیض کاشانی، انتشارات صدر تہران، تاریخ نشر ۱۴۱۵.
۸۔ تفسیر المیزن، علامہ محمد حسین طباطبائی، ناشر موسسہ النشر الاسلامی حوزہ علمیہ قم، تاریخ نشر، ۱۴۲۱ھ .
۹۔ مبانی تعلیم وتربیت در قرآن وحدیث، رضا فرہادیان، ناشر موسسہ بوستان کتاب قم، دوسرا ایڈیشن، تاریخ نشر، ۱۳۸۵.
۱۰۔ مبانی تعلیم وتربیت در قرآن وحدیث، محمد بہشتی، ناشر سازمان انتشارات پژوہشگاہ فرہنگ واندیشہ اسلامی، تاریخ نشر، ۱۳۸۷
۱۱ . وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، موسسہ آل البیت قم، تاریخ نشر، ۱۴۱۹ھ .